R. No. 2106/57
Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت

جلد ۲۴ - نمبر ۳۱ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ اگست ۱۹۶۵ء

اداریہ

یوم آزادی

آج ہماری آزادی کو اٹھارہ سال ہو گئے۔ ان اٹھارہ سال میں ہم نے بہت کچھ کیا ہے جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ ہم نے ریاستوں کے دقیانوسی نظام کو ختم کیا۔ ہم نے اپنا دستور بنایا جس کی رو سے ہم جمہوریت اور سیکولرزم کے اصولوں کے مطابق نئے ہندوستان کی تشکیل کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنے وطن سے جہالت، غریبی، بیماری کو دور کرنے کی کوشش کی، ہم نے سوشلزم کی منزل کو اپنایا! ہم نے منصوبہ بندی کے ذریعے ملک کو ترقی کی شاہراہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ ہم نے دریاؤں پر بند باندھے تاکہ ان کے بجلی کے خزانے سے ہمارے تاریک گاؤں روشنی حاصل کر سکیں اور ہمارے پیاسے کھیت سیراب ہو سکیں۔ ہم نے فولاد کے کارخانے قائم کیے تاکہ ملک اپنی صنعتی ضروریات خود پوری کر سکے۔ ہم نے تین ایسے بڑے چناؤ کیے جو دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئے اور جن کے ذریعے پارلیمانی جمہوریت مستحکم ہوئی۔ ہم نے امن عالم کا پرچار کیا اور سب ملکوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بد قسمتی سے ہم نے گاندھی کو کھو دیا مگر ان کی تعلیم کو اپنایا۔ ہم نے نہرو کی آواز پر آواز دی اور ان کی پرسوز شخصیت کے اثر سے اپنے شاندار مستقبل کی طرف قدم بڑھایا۔ ہم نے فرقہ واریت، علاقائی پاسداری، لسانی تعصبات کا مقابلہ کیا۔ ہم نے اقلیتوں کے حقوق تسلیم کیے اور ان کو قومی زندگی میں بھرپور حصہ لینے کے لیے تیار کیا۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس پر ہم آج بجا فخر کر سکتے ہیں لیکن ہم کو جو کچھ کرنا تھا اور جو ہم کر سکتے تھے وہ نہیں کر سکے ہیں اور ہمیں آج کے مبارک دن بھی اپنے اصولوں کو یاد کرنا ہے، اپنے عزائم کو زندہ کرنا ہے، اپنی ہمت کو مضبوط رکھنا ہے اور مشکلات اور دشواریوں کے باوجود اپنی منزل مقصود کی طرف اور تیزی سے بڑھنا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ نہ صرف ہماری رفتار سست رہی ہے بلکہ ہم اکثر اپنی بڑی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھ جاتے ہیں اور پھر ان الجھنوں کی وجہ سے اتنے جھنجھلا جاتے ہیں کہ اپنی خامیوں پر توجہ نہیں کرتے۔ ہمیں ان خامیوں کو جلد سے جلد دور کرنا ہے اور اس سلسلے میں کسی بہانے کا سوال نہیں ہے۔ ہم اکثریت کے کچھ ناعاقبت اندیش اور تنگ نظر لوگوں کو یہ چھوٹ نہیں دے سکتے کہ وہ اقلیتوں پر کوئی ظلم کریں خواہ وہ مذہبی اقلیتیں ہوں یا لسانی اقلیتیں۔ ہم ریاستوں کو یہ آزادی نہیں دے سکتے کہ وہ مرکز کی پالیسی پر عمل نہ کریں۔ ہم اب زیادہ دیر تک اپنی غذا کے لیے دوسرے ملکوں کے دست نگر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اپنی ساری غذائی ضروریات خود پوری کرنا ہیں۔ ہم دوست ملکوں سے بیرونی امداد ضرور لیں گے کیونکہ قوموں کو ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے مگر اس امداد کی وجہ سے ہم اپنی پالیسی اور پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی گوارا نہیں کر سکتے۔ ہمیں جلد سے جلد سب بچوں کو مفت اور جبری تعلیم دینا ہے۔ اس مقدس کام میں بہت دیر ہوگئی اور یہ تاخیر ہمارے لیے حد درجہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔ ہم ان عنصروں کو جو ہمارے خلاف ہیں یا جو ہماری مقدس زمین کے کسی حصے

اس شمارے میں

پروانت لگائے ہوئے ہیں ان کی سازشوں میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ ہم اس آزادی کو سب کے لیے بامعنی بنانے کی اتنی کوشش نہیں کر رہے ہیں جتنی کرنی چاہیے۔ ہم کچھ سرمایہ داروں کو من مانی کرنے دیتے ہیں۔ ہمیں پبلک کے مفاد کو پہلے دیکھنا ہے اور بڑے سرمایہ داروں کو اتنا ہی موقع دینا ہے جتنا ملک کا مفاد دیتا ہے۔ ہمیں فرقہ واریت کو شکست دینا ہے، لسانی سامراج کی لے کو ختم کرنا ہے اور سیکولرزم کے اصولوں کو عملی زندگی کے ہر گوشے میں اور راجدھانی سے لے کر معمولی سے گاؤں کی بساط تک جاگزیں کرنا ہے۔ یہ دن ہم سے اپنے قومی فریضے کو ادا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ آیئے ہم اپنے آپ سے عہد کریں کہ ہم اس مطالبے کو پورا کریں گے اور گاندھی اور نہرو کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔

وزیر اعظم سے انجمن کے وفد کی ملاقات

۷ اگست کو انجمن کا ایک وفد وزیر اعظم لال بہادر شاستری سے ملا۔ وفد میں حسب ذیل حضرات شامل تھے۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو صدر، ڈاکٹر تارا چند ایم۔ پی۔ پنڈت سندرلال، کرنل بشیر حسین زیدی ایم۔ پی اور آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن۔ پنڈت آنند نرائن ملا علالت کی وجہ سے اور قاضی عدیل عباسی دوسری مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔

درحقیقت اکتوبر ۱۹۶۳ء میں انجمن کا ایک وفد پنڈت جواہر لال نہرو سے ملا تھا اور اس نے پنڈت جی کو اتر پردیش میں اردو والوں کی شکایات کی طرف متوجہ کیا تھا۔ پنڈت جی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ چیف منسٹر اتر پردیش سے بات کرنے کے بعد مناسب کارروائی کریں گے۔ انھوں نے سارے کاغذات چیف منسٹر کو بھیجے اور ان سے صورت حال دریافت کی، مگر ایک عرصہ دراز تک ہندوستان کے وزیر اعظم کو جواب نہ ملا۔ پنڈت جی نے کئی یاد دہانیاں بھی کیں۔ آخر مئی ۱۹۶۴ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

کچھ عرصے کے بعد لال بہادر شاستری وزیر اعظم ہوئے اور جونہی انھوں نے اپنا کام سنبھالا، پنڈت ہردے ناتھ کنزرو نے ان کو یاد دہانی کی اور ان سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں کیا کارروائی ہوئی ہے۔ جب مرکزی انجمن کی مجلس عام کا جلسہ ہوا تو مجلس نے ہدایت کی کہ انجمن کا وفد وزیر اعظم سے ملے اور ان کے سامنے ایک اور یادداشت پیش کرے۔ یادداشت میں انجمن کا وہ مطالبہ دہرایا گیا تھا کہ صدر، دفعہ ۳۴۷ کے تحت یو۔ پی۔ بہار۔ پنجاب اور دلی میں اردو کو بھی سرکاری زبان قرار دیں، لیکن خصوصی طور پر اتر پردیش کے فیصلے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اس سلسلے میں وہ اعداد و شمار دیے گئے تھے جو لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے اپنی پانچویں رپورٹ میں درج کیے ہیں۔ اس سلسلے میں وزیر اعظم سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ صدر کو مناسب مشورہ دیں۔ اس سے پہلے وزیر اعظم روس، کناڈا، انگلستان اور یوگوسلاویہ کے دوروں کی وجہ سے اب تک وفد کو ملاقات کا وقت نہ دے سکے۔ اب ۷ راگست کو ان سے ملاقات کا موقع ملا۔

صدر انجمن نے یادداشت کے ضروری اجزا کی تشریح کی اور بہار اور اتر پردیش میں اردو کے ابتدائی اسکولوں کی تعداد کے فرق کو خاص طور سے واضح کیا۔ ڈاکٹر تارا چند اور پنڈت سندرلال نے بھی نہایت وضاحت سے وزیر اعظم کو یہ مسئلہ سمجھایا۔ دوسرے ممبران نے بھی اظہار خیال کیا۔ وزیر اعظم نے ساری باتیں نہایت غور سے سنیں اور انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ متعلقہ حضرات سے بات چیت کے بعد جلد مناسب کارروائی کریں گے۔

بہرحال وزیر اعظم کے سامنے انجمن کا مطالبہ اپنے پورے وزن کے ساتھ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ صدر کو اس سلسلے میں مناسب مشورہ دیں گے۔ اردو دوستوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ انجمن اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی رہے گی اور اسے یہ اعتماد ہے کہ یہ پرخلوص اور معقول مطالبہ بالآخر تسلیم کر لیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ وقت لگے، اگر معقول باتیں اتنی آسانی سے مان لی جائیں تو دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ لیکن ہمیں اپنے وطن پر، اپنے پر اور اپنے مطالبے کی معقولیت پر اعتماد ہے اور اس کے سہارے ہم امید کرتے ہیں کہ ہم ضرور اتر پردیش، بہار، پنجاب اور دلی میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دلوا سکیں گے۔ فی الحال اتر پردیش کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس لیے اس پر اس وقت خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ یہ منظور ہو جائے تو البتہ دوسری ریاستوں میں اردو کے سرکاری زبان بننے کے امکانات اور روشن ہو جاتے ہیں۔

ماسکو میں مصنفوں کی کانفرنس ختم ہوگئی

ماسکو، ۲ جولائی۔ ستر افریشیائی ممالک بشمول روس کے مصنفوں کی سہ روزہ کانفرنس میں جو ابھی ابھی ختم ہوئی ہے سماج کے ساتھ انسان کے رشتے اور آزادی کی خواہش کی ترجمانی پر زور دیا گیا۔ اس کانفرنس میں ہندوستان کے بھی چار مصنف شریک ہوئے۔ پی۔ ایس۔ ایج (مراٹھی) سجاد ظہیر اور ان کی بیگم رضیہ سجاد ظہیر (اردو) اور امرت رائے (ہندی)۔

(آزاد ہند۔ کلکتہ)

جب آپ ہماری زبان کے لیے کوئی مضمون یا مراسلہ ارسال فرمائیں تو خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھیے تاکہ غلطی ہونے کا امکان کم سے کم ہو۔

اکبر علی خاں

رشید حسن خاں کی تحقیقی غلطیاں

ادھر کچھ عرصے سے رشید حسن خاں صاحب کا نام اُن مضامین کی وجہ سے ادبی حلقوں میں زیر بحث آتا رہا ہے جن کے ذریعے انھوں نے مختلف لکھنے والوں کی سہل پسندیوں اور بے پرواہیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان مضامین کو بہت سے رسالوں نے ایک دوسرے سے نقل کیا ہے اور اس طرح رشید حسن خاں کی اس محنت کی داد دی ہے جو موصوف نے لکھنے والوں کی سہل پسندی اور موضوع سے بے توجہی ثابت کرنے میں صرف کی ہے۔

بلاشبہ ہمیں احتساب سے کام لینا چاہیے اور یہ کوشش کرنا چاہیے کہ ہمارے کام کرنے والے زیادہ سے زیادہ محتاط ہو کر قلم اٹھائیں۔ خصوصیت سے تحقیق کے میدان میں احتیاط برتنا اور بھی ضروری ہے تاکہ کسی ایک کی غلطی آئندہ کی اور بہت سی غلطیوں کا دروازہ نہ کھول دے۔ لیکن اگر تنقید نگار کا مطمع نظر صرف عیب جوئی ہو تو یہ امر نہ صرف تحقیقی کام کرنے والوں کی ہمت شکنی کا سبب بن جائے گا بلکہ معترض کی اپنی صلاحیتوں کا بھی کوئی اچھا مصرف نہ ہو گا۔

ابتدا میں رشید حسن خاں کے پیشِ نظر یہی بات رہی ہوگی کہ اُن کے احتساب کے بعد لکھنے والے اپنے کام کو شایع کرنے سے پہلے اچھی طرح پرکھ لیں اور اس طرح معیار بلند ہو جائے لیکن یہ احتساب بعض وجوہ کی بنا پر محتسب کے لیے صحت مند ثابت نہ ہوا چہ جائیکہ دوسروں کے لیے

ہوا یہ کہ انھوں نے جو مضامین لکھے ہیں اُن میں پڑھنے والوں کو وہ بے لوثی نظر نہیں آئی جس کی توقع ان سے کی جاتی تھی اس لیے کہ انھوں نے اکثر و بیشتر ان مضامین میں طنز و تمسخر کے تیر و نشتر چلائے جس کا ردِ عمل خوشگوار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور بعض مواقع پر اپنے اعتراضات میں ان معذرتوں کو بھی نظر انداز کر دیا جو لکھنے والے نے اپنی مجبوریوں کے تحت کی تھیں یہ بالکل ایسا ہی ہوا جیسے ہم کسی کتاب کے غلط نامے کو دیکھنے سے انکار کر دیں اور ساری غلطیاں ایک بار پھر لکھنے والے کے حساب میں ڈال دیں۔ چونکہ یہ رویہ خلوص کے سراسر منافی ہے اس لیے ان مضامین سے کسی صالح اثر کا مرتب ہونا قطعاً ناممکن ہو گیا اور کچھ کاموں میں جن کی ضرورت اور اہمیت کا ہم سب کو اعتراف ہے بے جا رکاوٹیں پیدا ہو گئیں

یہ بات سب جانتے ہیں کہ کام کرنا مشکل ہے اور اس پر اعتراض عاید کرنا اتنا ہی سہل ہے جتنا ہو سکتا ہے۔ کسی نمائش میں ایک مصور نے اپنی تصویر کے ساتھ یہ نوٹ بھی لگا دیا کہ اگر کوئی صاحب نظر اس تصویر میں غلطی پائیں تو اس پر نشان لگا دیں چنانچہ اتنے صاحب نظر پیدا ہو گئے کہ نشانات کی زد میں تصویر ہی غائب ہو گئی۔ لیکن جب اسی مصور نے دوسری تصویر کے ساتھ یہ درخواست کی کہ غلطی کو درست کر دیا جائے تو کوئی ایک بھی تصویر کی عصمت پر انگشت نمائی کرنے والا نہیں تھا۔ یہی حال زبان و ادب کے معاملے میں بھی ہے۔

میری رائے میں اعتراض کو مشورے کی شکل میں آنا چاہیے تاکہ دوستانہ فضا میں بات کو سنا بھی جا سکے اور اس کے زیر اثر آئندہ کوئی مثبت نتیجہ بھی نکل سکے۔ دوسری بات یہ بھی ضروری ہے کہ معترض یا محتسب کو اعتراض داغنے اور احتساب کرنے سے پہلے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جس قسم کی اغلاط پر وہ نہ صرف یہ کہ گرفت کر رہا ہے بلکہ لہجے اور زبان میں طنز و تمسخر کے نشتر بھی چبھاتا جا رہا ہے کہیں اسی جیسی غلطیاں اس کے کارناموں میں تو دخیل نہیں ہیں اور کیا اس نے کوئی بے داغ کام خود بھی پیش کیا ہے

اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کو یہ نقصان اپنے آپ بھی ہوتا ہے اور زبان و ادب کو بھی کہ وہ پھر اپنے نام سے کوئی کتاب بازار میں لاتے ہوئے اس لیے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو قامت کی درازی کا سارا بھرم کھل جائے گا۔ اور یوں وہ ساری محنت جو تعمیری کاموں میں صرف ہونا چاہیے تھی منفی اور تخریبی کاموں میں ضائع ہوتی رہتی ہے۔

یہ کسی بھی زبان کی کم نصیبی ہے کہ اس کے باصلاحیت افراد یہ نہ طے کر پائیں کہ آخر ان کے کرنے کا کام کیا ہے۔

رشید حسن خاں نے بھی اپنے تبصروں میں جن پر اُن کی شہرت کا دار و مدار ہے اپنی منفی صلاحیتوں ہی کو آزمایا ہے۔

اس معاملے کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ اکثر حضرات جنھوں نے رشید حسن خاں کے یہ تبصرے پڑھے ہیں اُن کی نیت پر بھی شک کرتے ہیں اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ جس تحریر کا خلوص مشکوک ہو وہ چاہے سچ ہی کیوں نہ ہو ذریعہ آرائش گفتار تو کچھ مدت رہ سکتی ہے مگر اس کا کوئی لائق ستایش نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا

رشید حسن خاں کی نیت پر شک کرنے والے کہتے ہیں کہ:

ہم نے مان لیا رشید حسن خاں نے یہ تبصرے تحقیق و تنقید میں پھیلی ہوئی بے راہ روی اور بے توجہی کو دور کرنے لیے لکھے ہیں لیکن،

(۱) پہلی بات تو یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ تبصرہ نگار کے لہجے میں ہمیشہ طنزیہ انداز ہی کیوں کارفرما رہتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس سلسلۂ نقد و نظر میں رشید حسن خاں نے اس ادارے اور اس ادارے سے متعلق صاحبان کتب کو کیوں نہ شامل کیا جس ادارے سے وہ اپنے آپ

بھی وابستہ ہیں۔ اگر وہ اس ادارے کی مطبوعات اور اس سے متعلق حضرات کی کتابوں پر احتساب نہیں کرتے تو اس کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ:

(الف) ان کے نزدیک وہ سارے کام معیاری ہیں اور وہ ان سے مطمئن ہیں اور ان کے خیال میں ان کاموں پر لکھنے کی گنجائش نہیں نکلتی۔

یا پھر یہ کہ:

(ب) رشید حسن خاں کے یہاں بھی مصلحتوں کو دخل ہے۔

ان حضرات کے مطالبوں میں سے شاید کوئی مطالبہ بھی بےجا نہیں، اس لیے کہ اگر رشید حسن خاں کے نزدیک حکومت ہند پر ایک یونیورسٹی کو امداد دینے سے غلط بخشی کا الزام آتا ہے تو ایک دوسری یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نے بھی تاحال حکومت کی امداد کا کوئی ایسا مصرف نہیں کیا جو تعریف کے قابل ہو۔

کیا کوئی شخص اس بات کا منکر ہوگا کہ اصلاح و احتساب کا کام اپنے گھر سے شروع ہونا چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو کیا ایک شخص کو محتسب اور مصلح پر شک کرنے کا حق حاصل نہیں؟

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ عیب جوئی میں اتنا وقت برباد کرنے سے زیادہ افسوس ناک اور قابل رحم کیفیت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ آئندہ گفتگو میں جو شاید رشید حسن خاں کے صرف ایک مضمون سے پیش کرنے والا ہوں، ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ رشید حسن خاں جو باشعور آدمی ہیں ان معروضات کی روشنی میں اپنے آپ کو مزید "فضول خرچ" ہونے سے بچائیں اور اس مثال کو سامنے رکھ کر جو چند صفحات کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے سچے دل سے غور فرمائیں۔

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

رام پور رضا لائبریری میں تاریخ لطیف نام کا ایک مخطوطہ ہے جس میں مہدی علی خاں رام پوری مرتب کتاب نے مشاہیر شعرا، رؤسا، امرا، علما، اولیا اور والیان ملک کے قطعات تاریخ وفات جمع کر دیے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب قابل قدر ہے کہ اس میں بہت سے مشاہیر بالخصوص شعرا کے بارے میں نہایت مفید اور مستند مواد مل جاتا ہے۔ دلی کالج اردو میگزین کے شمارہ ۱۹۶۳ء میں رشید حسن خاں صاحب نے اس کتاب کا تعارف کرایا ہے اور اپنے نزدیک چند اہم ترین شعرا سے متعلق قطعات تاریخ کے وہ شعر نقل کیے ہیں جن سے مادۂ تاریخ برآمد ہوتا ہے۔ انھوں نے متوفیوں اور تاریخ گویوں دونوں پر حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

کسی قلمی کتاب پر کچھ لکھنا یا اس سے کچھ اخذ کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور بڑی احتیاط اور دیدہ ریزی کا متقاضی۔ اس کی وجہ بہت واضح ہے کہ وہ کتاب عام طور لوگوں کی دسترس میں نہیں ہوتی اور پڑھنے والے اس سے متعلق معلومات کے معاملے میں تمام و کمال اسی شخص پر بھروسہ کرتے ہیں جس نے اخذ و استفادہ کا کام انجام دیا ہے۔

اس نزاکت کے باوجود بھی رشید حسن خاں نے اپنے اس تعارفی مضمون میں سہل پسندی اور بے توجہی برتی ہے۔ میری معروضات میں رشید حسن خاں کی اسی بے توجہی اور سہل پسندی سے پیدا ہونے والی صغیرہ و کبیرہ کی نشاندہی کی گئی ہے ملاحظہ ہوں:

الف

(۱) سب سے پہلے رشید حسن خاں نے مؤلف کتاب کا تعارف کراتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ ان کا تخلص ممتاز بتایا ہے۔

لیکن یہ تعارف نامکمل ہے اس لیے کہ ان کے دو اور تخلص مہدی اور آرام بھی تھے۔ ان میں سے آخر الذکر تو مذکورہ کتاب ہی کے صفحہ ۲۲۸ پر پایا جاتا ہے۔ محولہ صفحے پر مہدی علی خاں کا کہا ہوا عبد الہادی خاں وفا رام پوری کا قطعہ تاریخ وفات موجود ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا تخلص آرام بھی تھا۔ قطعہ تاریخ یہ ہے:

دنیا سے گئے حکیم عبد الہادی   برہم ہوئی اہل علم کی محفل آج
آرام کو دی سروش غیبی نے صدا   جنت میں ہوئے جا کے وفا داخل آج

۱۲۳۴ھ

اس کے علاوہ کتاب خانۂ رام پور میں ان کا ایک مجموعہ رباعیات آرام کے نام سے موجود ہے جو آرام تخلص کی تصدیق کرتا ہے۔ رشید حسن خاں تاریخ لطیف میں یہ تخلص درج ہونے کے باوجود لاعلم ہیں۔

ب

(۲) آگے چل کر رشید حسن خاں نے کتاب کے صفحات کی تعداد ۱۱۴ بتائی ہے۔ لیکن یہ اطلاع درست نہیں۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۷۰ ہے۔ آغاز کتاب میں اندراجات کتاب کی فہرست ہے جو بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد ۲۵۰ صفحات قطعات تاریخ ہیں۔

قلمی کتابوں کے حوالوں میں عام طور پر صفحات کے بجائے اوراق لکھے جاتے ہیں۔ رشید حسن خاں کے بتائے ہوئے ۱۱۴ صفحات کو دیکھ کر مجھے یہ خیال آیا کہ شاید انھوں نے اوراق کی جگہ صفحات کا لفظ سہواً لکھ دیا ہے مگر مراد اوراق ہی ہیں لیکن میری یہ خوش گمانی بھی کام نہ آئی اسی

(باقی صفحہ ۷ پر)

غزلیں

منشاء الرحمن خاں منشا

رنج و غم کی ہے فراوانی بہت
ہے ہمیں یہ کیفیت سامانی بہت
ذکرِ زلفِ یار کی فرصت کہاں
اپنا ہی قصہ ہے طولانی بہت
مختصر ہے دورِ فصلِ نوبہار
اور طبیعت میں ہے جولانی بہت
دل کے ہاتھوں جانے کیوں بیٹھے بٹھائے
روگ اٹھاتے ہیں پریشانی بہت
حال اپنا ہم سنا تو دیں مگر
آپ کو ہوگی پشیمانی بہت
علم و فن پر دسترس کے باوجود
عقلِ دانا میں ہے نادانی بہت
دوستو لازم ہے کچھ فکرِ رفو
ہو چکی ہے چاک دامانی بہت
کس طرح منشا ہو تزئینِ حیات
عام ہے ذوقِ تن آسانی بہت

واحد پریمی

اہلِ دل اہلِ جگر اہلِ نظر ہیں ہم لوگ — زینتِ چمن ہے جن سے وہ گوہر ہیں ہم لوگ
ہم کو اے خاک کے ذرات کہنے والو — غور سے دیکھو ذرا شمس و قمر ہیں ہم لوگ
تم پرستارِ جفا ہم ہیں نثارانِ وفا — تم سیہ رات ہو تابندہ سحر ہیں ہم لوگ
جن کی خوشبو سے معطر ہے فضائے گلشن — اے گلچیں خود ہی لالہ تر ہیں ہم لوگ
ہم تو تھا منزل تو ہیں یارو — یہ سمجھ بیٹھے ہو کیوں گردِ سفر ہیں ہم لوگ
قطرہ قطرہ شبنم کی طرح ہیں لیکن — وقت پڑ جائے تو مانندِ شرر ہیں ہم لوگ
صرف پابندِ روایات رہیں کیوں واحد — صاحبِ فکر ہیں ارباب نظر ہیں ہم لوگ

اقبال ردولوی

ڈھونڈتے پھرتے ہیں اب صحنِ گلستاں والے
جانے کس سمت گئے چاک گریباں والے
جب سے یاروں پہ نہیں ابرِ جنوں کا سایہ
کچھ پریشان سے ہیں چشمِ غزالاں والے
ذرے ذرے کی نظر میں ہے محبت کا سرور
شاید آئے تھے ادھر کوچۂ جاناں والے
جن کی یادوں سے چھلکتا ہے شبستانِ خیال
ہائے وہ شوخ ادا شہرِ نگاراں والے
گرچہ ہوتی رہیں دنیا کی بلائیں نازل
مطمئن پھر بھی رہے کوچۂ جاناں والے

ہندوستان میں کتابوں کی اشاعت امسال ۱۳ فیصد کم ہوئی

اردو کتابوں کی اشاعت بڑھی

کلکتہ ۱۸ر جولائی۔ سال گذشتہ کے مقابلے میں ۱۹۷۴ء میں ہندوستان میں شایع کی گئی کتابوں کی تعداد میں ۴ر۱۳ فیصد کمی واقع ہوئی۔ گزشتہ برس تمام زبانوں میں شایع ہونے والی کتابوں کی مجموعی تعداد ۲۱۲۶۵ تھی جبکہ ۱۹۷۳-۷۴ء میں ۲۴۵۹۹ کتابیں شایع کی گئی تھیں۔

ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں سب سے زیادہ کتابیں دہلی میں شایع کی گئیں یعنی ۵۰۴۸۔ اس کے بعد دوسرے درجے پر مہاراشٹر کا نام آتا ہے۔ جہاں سے ۳۵۶۳ کتابیں شایع ہوئیں۔ مدراس اور مغربی بنگال نے تیسری اور چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ ان ریاستوں میں بالترتیب ۲۵۹۸ اور ۲۲۵۰ کتابیں شایع ہوئیں۔

بلحاظ زبان سب سے زیادہ کتابیں انگریزی زبان میں شایع ہوئیں یعنی ۱۰۲۳۵ کتابیں البتہ ہندوستانی زبانوں میں سب سے زیادہ کتابیں ہندی زبان میں شایع ہوئیں یعنی ۲۲۲۲۔ دوسرے اور تیسرے درجے پر مراٹھی اور بنگالی کا نام آتا ہے ان دو زبانوں میں بالترتیب ۱۵۱۴ اور ۱۳۰۲ کتابیں شایع ہوئیں۔

دیگر زبانوں میں شایع ہونے والی کتابوں کی تعداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اردو ۳۵۲، آسامی ۱۷۷، گجراتی ۶۷۴، کنڑ ۳۰۶، ملیالم ۵۹۵، اڑیا ۳۲۲، پنجابی ۵۹۷، سنسکرت ۱۷۷، تامل ۹۱۰، تیلگو ۷۱۶۔

انگریزی اور بہت سی ہندوستانی کتابوں کی اشاعت میں کمی کا رجحان پایا گیا ہے۔ ہندی میں شایع ہونے والی کتابوں کی تعداد میں ۲ر۱۷ فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ بنگالی اور انگریزی کے ضمن میں بالترتیب ۲۱ر۷ اور ۲ر۷ فیصد کی کمی ہوئی۔ اس کے برعکس پنجابی میں شایع ہونے والی کتابوں کی تعداد میں ۹۳ر۲ فیصد اضافہ ہوا۔ تیلگو اور اردو میں شایع ہونے والی کتابوں میں بالترتیب ۳ر۲۳ اور ۴ر۲۷ فیصد کا اضافہ ہوا۔

یہ معلومات ڈلیوری آف بکس (پبلک لائبریری) ایکٹ ۱۹۵۴ء کے تحت نیشنل لائبریری کلکتہ میں موصول ہونے والی کتابوں کی بنیاد پر بہم پہنچائی گئی ہے۔

(قومی آواز)

صفحہ ۲ سے آگے

یے کر ۲۵۰ یا ۲۷۰ کی ۲ سے تقسیم کا حاصل بھی ۱۲۵ یا ۱۳۵ ہوگا ۱۱۴ کسی طرح ممکن نہیں۔

پھر میں نے سوچا ہو سکتا ہے یہ کاتب کی غلطی ہو لیکن تحقیق سے پتہ چلا کہ ایسا بھی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رضا لائبریری کی فہرست مخطوطات اردو میں اس کتاب کے صفحات سہواً ۱۱۴ ہی بتائے گئے ہیں اور دراصل رشید حسن خاں نے وہیں سے یہ غلطی اختیار کی ہے۔

ج

جیسا کہ میں نے عرض کیا کتاب کے آغاز میں ہیں صفحات کی فہرست مندرجات ہے اس میں اسمائے متوفیان کو تخلص کے کے لحاظ سے حروف تہجی پر ترتیب دے دیا گیا ہے رشید حسن خاں نے کتاب کی کیفیت میں اس فہرست کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا حالانکہ اس سے بعض مفید معلومات اخذ کرنا چاہیے تھیں مثال کے طور پر۔

(۳) فہرست کے ص ۸ پر مولانا عبدالرحمن راسخ کے نام کے ساتھ مؤلف کتاب نے ان کا رشتہ شاگردی مولوی محمد حسین فقیر سے بتایا ہے۔ جب کہ رشید حسن خان نے خمخانۂ جاوید کے حوالے سے ذوق کا شاگرد لکھا ہے۔ انھیں یا تو محمد حسین فقیر کا نام بھی لکھنا چاہیے تھا یا اس سے اختلاف کرنا چاہیے تھا۔

د

(۴) رشید حسن خاں نے تاریخ لطیف کے مخطوطے کو احتیاط اور توجہ سے دیکھے بغیر بھی حتمی دعوے کیے ہیں جو محققانہ احتیاط کے منافی ہیں۔ انھوں نے دعوے کیا ہے کہ:

"تاریخ لطیف میں ہر جگہ ایک سنہ لکھا ہوا ہے، ہجری عیسوی یا فصلی۔"

لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ وہ مخطوطے کے ص ۱۱ کی طرف رجوع کریں جس پر مظفر حسین سلیمانی کا کہا ہوا محبوب علی خاں نظام دکن کا مصرع تاریخ وفات اور دوسرے تقویم عیسوی درج ہے اور اسی کے ساتھ ہجری مطابقت بھی ظاہر کر دی گئی ہے۔ ذیل میں اسے نقل کیا جاتا ہے۔

محبوب ملک داخل باغ جناں ہوئے

۱۹۱۱ء مطابق ۱۳۲۹ھ

قطعات تاریخ میں کہیں کہیں مادہ تاریخ کے شعر کے علاوہ بھی شعرائے عیسوی اور ہجری دونوں تاریخیں بتائی ہیں۔ اس وجہ سے بھی رشید حسن خاں کا "ہر جگہ" کہہ کر فیصلہ کن بیان دینا غلط ہے۔

ہ

(۵) رشید حسن خاں نے تعارف میں فرمایا ہے کہ تاریخ لطیف میں بعض مقامات پر شمار کی غلطی سے غلط اعداد درج ہو گئے ہیں۔ مگر میں یہ عرض کروں گا کہ رشید حسن خاں نے اپنے حواشی میں جہاں کہیں ایسی غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ خود رشید حسن خاں کا سہو ہے مخطوطے کا نہیں مثلاً

تاریخ لطیف میں مندرج نساخ کے کہے ہوئے راسخ عظیم آبادی کے قطعہ وفات سے شعر مادہ کو رشید حسن خاں نے اس طرح نقل کیا ہے۔

سال فوت راسخ فخر جہاں
گفت ہاتف "راسخ شیوہ بیاں"

۱۲۴۱ھ

اور پھر حاشیے میں یہ اعتراض کیا ہے کہ

"مخطوطے میں مادہ تاریخ کے نیچے ۱۲۳۸ھ درج ہے لیکن اس مادے سے ۱۲۴۱ھ نکلتے ہیں وہی درج کیے گئے لیکن ان کا صحیح سنہ وفات ۱۲۳۸ھ ہے۔"

یہاں رشید حسن خاں کا بیان غلط ہے مخطوطے میں مصرع کی صحیح صورت یہ ہے۔

گفت ہاتف "راسخ شیوہ زباں"

۱۲۳۸ھ

اور اس مادے سے ۱۲۳۸ھ ہی نکلتے ہیں

(۶) ضمیر کا مادہ تاریخ مخطوطے میں مندرجہ ذیل ہے۔

بود سید ضمیر محو ام

اور اس مادے سے ۱۲۷۲ھ نکلتے ہیں۔ رشید حسن خاں نے اس پر حاشیے میں لکھا ہے کہ "مخطوطے میں ۱۲۷۰ لکھے ہوئے ہیں جو سہو قلم ہے یا شمار کی غلطی" لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سہو قلم اور شمار کی غلطی رشید حسن خاں کی ہے مخطوطہ تاریخ لطیف کی نہیں اس لیے کہ وہاں ۱۲۷۲ھ ہی درج ہیں۔

(۷) قدرت دہلوی کا مادہ تاریخ وفات جو نساخ نے کہا تھا تاریخ لطیف میں اس طرح نقل ہوا ہے:

"داخل گلشن نعیم" گشت

۱۲۰۵

لیکن رشید حسن خاں نے اپنے حاشیے میں بتایا ہے کہ "مخطوطے میں مادہ تاریخ کے نیچے ۱۲۵۰ھ لکھے ہوئے ہیں جو غالباً سہو قلم ہے"

یہاں بھی رشید حسن خاں کی اصلاح خود اُن کا سہو ہے مخطوطے کا نہیں مخطوطے میں ۱۲۰۵ ہی درج ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مناظر عاشق ہرگانوی

چند نایاب کتابیں

(۲)
بہار شریف سے چودہ (۱۴) میل پورب اور برگہہ سے دو میل پچھم سڑک سے دکھن کی سمت ایک گاؤں کا نام "ہرگانواں" ہے یہاں مسٹر عبدالرقیب ساتھی کے پاس عربی اور فارسی کی چند نایاب کتابیں ہیں۔ جس کی ایک فہرست پیش کی جا رہی ہے جس سے تحقیقی کام کرنے والے حضرات استفادہ کر سکیں گے۔

فارسی کی کتابیں :-

(۱) شرح چھٹے مع حواشی	صفحات	۱۸۶
(۲) شہید حسن	صفحات	۲۵۲
(۳) حاشیۃ الصدرا	"	۴۲۱
(۴) حاشیہ فخر بر میبذی	"	۲۰۷
(۵) الحواشی الکاشفات عن وجوہ المنہیات	"	۲۲۲
(۶) رسالہ لامیہ، فصول اکبری، گہر منظوم (مجلد)	"	۱۴۰
(۷) پنج گنج وزیدہ	"	۴۳
(۸) تحقیق الوافی لحل غلقات القاضی	"	۵۱۰
(۹) بالقطبیہ الزاہدیہ المتعلقۃ الحواشی	"	۸۲
(۱۰) لواءالہدیٰ فی مصباح الدجیٰ	"	۲۱۶
(۱۱) الہدیٰ الہدیٰ لجلتہ لواءو تر	"	۲۲
(۱۲) الفوائد الضیائیۃ المعروفۃ شرح ملا جامی	"	۳۷۲
(۱۳) مجموعہ شرح رسالہ آداب مطالعہ، شرح تہذیب، بحواشی جدیدہ، تحفہ شاہجہانی	"	۱۶۲
(۱۴) مجموعہ — صراح، ضمیمہ لطیفہ، تکملہ، فروع، نور الصباح	صفحات	۶۳۰

(۱۵) جامع الرموز۔ جلد اول تا سوم (مکمل) جلد چہارم (نامکمل)
(۱۶) حاشیہ عبدالغنی بر میرزاہد ملا جلال (نامکمل)
(۱۷) انوار سہیلی (نامکمل)
(۱۸) بحاشیہ عبیدالحق علی احمد اشد (نامکمل)

عربی کی کتابیں :-

(۱) تلیوبی	صفحات	۲۸۲
(۲) مرقات	"	۵۵
(۳) التشعبیق المجلی	"	۴۵۲
(۴) سلم العلوم	"	۳۳۴
(۵) العین جلد خیر	"	۵۱۶
(۶) میبذی	"	۴۰۸
(۷) شرح الوقایہ مع حاشیہ عمدۃ الرعایہ	"	۴۱۲
(۸) الکتاب المبین فی شرح اقوال الافق المبین	"	۴۷
(۹) شرح مائۃ عامل مع ترکیب اصل الجملۃ	"	۸۰
(۱۰) المختصر القدوری مع الحل القدوری	"	۲۲۸
(۱۱) سراج ضیاء سراجی مع شرح	"	۷۲
(۱۲) والدجیٰ الہدیٰ فی اللیلۃ لواء	"	۵۲
(۱۳) ہدایہ مع الکفایہ	"	۱۹۲
(۱۴) المجموعۃ العجیبۃ من ماجلاو، میرزاہد، بحرالعلوم و قاضی مبارک	"	۱۸۸

(۱۵) القول المسلم علی شرح السلم (کرم خوردہ)
(۱۶) الرشیدیہ (نامکمل)

مراسلات

مثنوی عشق نامہ

اکبر علی خاں صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ مثنوی عشق نامہ کے مخطوطہ دو نسخوں کا پتا چلتا ہے۔ یہ دونوں مطبوعہ ہیں ایک پروفیسر مسعود حسن رضوی لکھنؤ کے کتب خانے میں ہے اور دوسرا میں نے حمیدیہ کالج بھوپال کی لائبریری میں منگا لیا ہے۔ بھوپال کا نسخہ ناقص الاول اور ناقص الآخر ہے۔

(ڈاکٹر گیان چند)

کیا "اردو" چینی زبان کا لفظ ہے

۲۲ جون کے "ہماری زبان" میں میرے محترم دوست ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری کا ایک مراسلہ شایع ہوا ہے۔ جس میں موصوف نے اپنی تحقیق کے نتیجہ میں لفظ "اردو" کو چینی زبان کا لفظ قرار دیا ہے۔ تاشقند کے زمانۂ قیام میں تیواری صاحب نے مجھ سے بھی دو تین بار اس شک کا اظہار کیا کہ اردو اصلاً چینی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن جب میں نے کہا کہ اس کے ثبوت میں آپ کے پاس کیا دلائل ہیں تو یہ کہہ کر خاموش ہوگئے کہ ابھی میں تحقیق کر رہا ہوں میرا خیال ہے کہ لفظ اردو چینی زبان کا لفظ ہونا چاہیے۔

اس مراسلے میں بھی موصوف نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا ضروری نہیں سمجھا سوائے اس کے کہ داہنگو دریا کے کنارے ایک جگہ کا نام "اردود" یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ ہے ("ہماری زبان" کے مطبوعہ مراسلے میں کتابت یا طباعت کی خامی سے یہ لفظ ٹھیک طرح پڑھا نہیں جا سکا)

ڈاکٹر تیواری لغات اور لسانیات کے ایک ممتاز ماہر ہیں، اور میں اس کی ابجد سے بھی آشنا نہیں تاہم ان کا مراسلہ پڑھ کر دلچسپی پیدا ہوئی اور میں تاشقند یونیورسٹی کے شعبۂ السنۂ چین کے صدر جناب اڈلیک الگزنڈر رودو باگین سے ملا۔ جنھوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ چینی زبان اور اس کی بعض بولیوں کی تحقیق میں چین میں گزارا ہے۔ میرے استفسار پر کہ لفظ "اردو" یا اس سے مشابہ کوئی لفظ چینی زبان میں ہے؟ اور اگر ہے تو کیا معنی رکھتا ہے؟ موصوف نے فرمایا کہ اس طرح کا کوئی لفظ چینی زبان میں نہیں اور نہ صوتی ساخت کے اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ تاہم موصوف نے مجھے دوسرے دن بلایا اور کہا کہ میں قدیم و جدید چینی زبانوں کی لغات دیکھ کر اور اپنا اطمینان کر کے کل صحیح جواب دوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن موصوف نے واضح قطعیت کے ساتھ کہہ دیا کہ لفظ اردو یا اس سے مشابہ کوئی لفظ چینی زبان میں نہیں۔ خانہ بدوش کے معنی میں دوسرے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ چین میں کسی جگہ کا نام "اردو" یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ ہے تو تیواری صاحب جانتے ہیں کہ وسط ایشیا اور روس میں کئی مقامات کا نام "اردو" یا "اردا" ہے تاشقند کے سب سے مرکزی علاقے کا نام اردو ہے روس میں ایک جگہ کا نام (جہاں منگول فاتحین نے اپنے محلات تعمیر کیے تھے) ذالاتوئے اردو یعنی طلائی اردا ہے۔ دراصل میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ لفظ اردو منگولیائی زبان کا لفظ ہے۔ چنگیز خاں اور اس کے جانشینوں کی اقامت گاہیں "اردا" کہلاتی تھیں۔

اتفاق سے میرے پڑوس میں کچھ منگولیائی طلبہ رہتے ہیں ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ منگولیائی زبان میں یہ لفظ اب بھی مستعمل ہے اس کے خاص معنی محل اور شاہی اقامت گاہ کے ہیں۔ یہ بات تیواری صاحب سے پوشیدہ نہیں کہ منگولوں کے لشکر نہ صرف یہ کہ وسط ایشیا تک اور ایران میں گئے بلکہ انھوں نے روس اور چین پر بھی یلغاریں کیں اور چین کے ایک بڑے علاقہ پر مدت تک قابض رہے۔ اس لیے اگر ان کی یادگار کے طور پر چین میں بھی کسی مقام کا نام اردا یا اس سے مشابہ کوئی لفظ ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ اصلاً چینی ہے۔ بالفرض اگر یہ ثابت ہو جائے کہ چینی زبان یا اس کی کسی بولی میں یہ لفظ خانہ بدوش کے معنی میں مستعمل ہے تب بھی تیواری صاحب کے لیے یہ ثابت کرنا محال ہوگا کہ یہ لفظ اصلاً چینی ہے۔ اس لیے کہ چینی زبان اور اس کی آٹھ بولیوں میں منگولیائی، ہندوستانی، عربی اور دیگر ملکوں کی زبانوں کے بے شمار الفاظ ہیں۔

مجھے تعجب ہے کہ ڈاکٹر تیواری صاحب جیسے رتبے کے عالم نے معقول اور ٹھوس علمی دلائل کے بغیر اس طرح کا دعویٰ کیسے کر دیا؟

(قمر رئیس تاشقند)

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کا ایک اہم اعلان

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر نے جناب خان کی معین ایڈوکیٹ کو انجمن کا گشتی سفیر مقرر کیا تھا۔ صاحب موصوف نے انجمن کے لیے اچھا کام کیا۔ لیکن چند آئینی مجبوریوں کی وجہ سے فی الحال

یہ عہدہ ختم کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے غازی صاحب آیندہ بھی انجمن کے کاموں میں حصہ لیتے رہیں گے۔

م۔ ی۔ کھتری
شعبۂ نشر و اشاعت
(انجمن ترقی اردو مہاراشٹر)

افسانہ نگاروں سے اپیل

میں پٹنہ یونیورسٹی کا ریسرچ فیلو ہوں اور افسانہ نگاروں کا ایک تنقیدی تذکرہ بھی مرتب کر رہا ہوں۔ یہ تذکرہ چونکہ اردو کے مشاہیر افسانہ نگار جناب اختر اورینوی، جناب سہیل عظیم آبادی اور محترمہ شکیلہ اختر کی سرپرستی میں ترتیب دیا جا رہا ہے اس لیے اس تذکرے کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔

تذکرے میں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۶۲ء تک کے وہ افسانہ نگار شامل کیے جا رہے ہیں جنھوں نے مختلف ادوار میں مختصر افسانے کے فن کو جلا بخشی ہے، اس کی روایتوں کو مستحکم بنایا ہے اور یہ کہ جو افسانے کو نئے موڑ پر لائے ہیں یا جو اس فن کو ارتقائی منزل پر پہنچانے کے لیے صحیح اور منفرد راستے کے متلاشی ہیں۔ اس طرح کے ہر ایک افسانہ نگار کے لیے ایک مستقل باب کی تعیین ہوگی اور اس باب کے اندر (۱) افسانہ نگار کی تصویر (۲) سوالنامے کا جواب (جو ہر ایک افسانہ نگار کو بھیجا جا رہا ہے) (۳) افسانہ نگار کی افسانوی حیثیت پر ایک جامع مضمون (۴) تین معیاری اور منتخب افسانے شامل کیے جائیں گے۔

میں اس سلسلے میں پاکستان بھی گیا تھا۔ وہاں سبھی ادیبوں سے میں نے ملاقات کی اور رائٹرز گلڈ کے تعاون سے تین ماہ کے قیام کے دوران پاکستان کا کام مکمل کر لیا ہے۔ اب بقیہ ادیبوں کے پاس ایک سوالنامہ اس امید کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے کہ

(۱) سوالنامے کا جواب
(۲) تازہ ترین پاسپورٹ سائز کی تصویر
(۳) تین معیاری اور نمائندہ افسانوں کی نقلیں یا ان کی مطبوعہ کاپیاں یا وہ مجموعہ جس میں یہ تینوں افسانے شامل ہوں — جلد سے جلد بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتے پر اس یقین کے ساتھ ارسال فرمائیں گے کہ ان کا یہ تعاون اردو ادب کی ایک تاریخی ضرورت کو پورا کرے گا۔

نوٹ:۔ اگر کسی افسانہ نگار کو ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء تک مذکورہ سوالنامہ نہ مل سکے تو اس کو محکمۂ ڈاک کی بدعنوانی سمجھ کر نظر انداز کر دیں اور اس کی اطلاع براہِ راست ذیل کے پتے پر دیں۔ انھیں سوالنامہ دوبارہ بھیج دیا جائے گا۔ (خلوص کار ظفر اوگانوی ٹمٹمی رضا روڈ پٹنہ ۴ بہار)

زاہد سہارنپوری کے حالاتِ زندگی

مجھے اپنے ایک مضمون کے سلسلے میں زاہد سہارنپوری مرحوم تلمیذ حضرت امیر مینائی کے حالاتِ زندگی مطلوب ہیں۔ اگر کسی قاری کے علم میں ہوں تو براہ کرم بذریعہ ہماری زبان یا براہِ راست مجھے مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

(رئیس مینائی ۶۵ ویرپلے اسٹریٹ مسلم لائبریری بنگلور ۱ء)

ریاض خیرآبادی کی صحافت

میں "ریاض خیرآبادی کی صحافت" پر ایک مضمون مرتب کرنا چاہتا ہوں۔ ناظرینِ "ہماری زبان" کا نہایت ممنون ہوں گا اگر وہ ریاض کے اخبارات و رسائل کے کوائف سے مجھے براہِ راست یا بذریعہ "ہماری زبان" مطلع فرمائیں۔ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ریاض پر اب تک کون کون سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(شیخ محمد اسماعیل پانی پتی رام گلی نمبر ۳ مکان نمبر ۱۸-۱ لاہور)

انجمن ترقی اردو برنالہ کا انتخاب

انجمن ترقی اردو برنالہ (پنجاب) کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں لانے کے لیے اراکین انجمن ہذا کا ایک اجلاس مقامی میونسپل ہال میں منعقد ہوا۔ مندرجہ عہدیدار بہ اتفاق رائے منتخب ہوئے۔

(۱) صدر۔ سردار بلونت سنگھ صاحب ایڈوکیٹ

(۲) نائب صدر، جناب عبدالرحیم خان صاحب ای او میونسپل کمیٹی۔

(۳) نائب صدر، ڈاکٹر گمبھیر پرکاش صاحب سابق ایم۔ ایل۔ اے

(۴) جنرل سکریٹری، جناب مہر چند کوثر صاحب

(۵) سکریٹری، شری پرتیم سنگھ راہی

علاوہ ازیں (۱) سردار شودیو سنگھ ایڈوکیٹ (۲) ڈاکٹر سوریہ کانت شوری صاحب (۳) شری وید پرکاش بیجپال (۴) شری کیول سود ایم۔ اے (۵) شری رام سروپ انکھی (۶) جناب گورچرن داس شیدا (۷) شری شام لال شرما کو مجلس عاملہ کے ارکان منتخب کیا گیا۔

اس اجلاس کی صدارت پنجاب کے برگزیدہ شاعر جناب نوبہار صابر نے فرمائی۔ ابتدا میں جناب محمد کفایت اللہ صاحب نے پنجاب میں اردو کی حالت اور انجمن کے قیام کی غرض وغائت پر روشنی ڈالی۔ انتخاب کے بعد محفل مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں صاحب صدر جناب نوبہار صابر صاحب کے علاوہ جناب سہیل اعظمی جناب کنور چوہان جناب گوردیو نردھن جناب رام سروپ انکھی جناب پریم سنگھ راہی جناب جوگا سنگھ ایم اے جناب کیول سود جناب گورچرن شیدا جناب نرنجن چیمہ اور جناب گردھاری لال نقش نے اپنا اپنا کلام پیش فرمایا۔ سامعین میں اراکین انجمن ترقی اردو کے علاوہ کافی تعداد میں شہر کے اصحاب ذوق نے شرکت فرمائی۔

(سورج تنویر)

دربھنگہ کے اردو دوستوں سے انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کی پرزور اپیل

"اپنے شہر، قصبہ اور گاؤں میں انجمن کی شاخیں قائم کیجیے"

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر عنقریب اردو کی بقا اور تحفظ نیز ترویج و ترقی کیلیے کوئی مؤثر اقدام اٹھانا چاہتی ہے۔ اس لیے دربھنگہ کے اردو دوستوں سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے شہر، اپنے قصبہ اور اپنے گاؤں میں انجمن کی شاخیں قائم کریں یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ دربھنگہ کے اتنے بڑے علاقے میں ابھی تک انجمن کی صرف ایک شاخ اکولا میں قائم ہو سکی ہے۔ ہمیں توی امید ہے کہ دربھنگہ کے اردو دوست اس طرف فوری توجہ دیں گے۔ (م ہی کھتری شعبہ نشر و اشاعت انجمن ترقی اردو مہاراشٹر)

سنگرور میں انجمن ترقی اردو کا قیام

جناب مہر چند کوثر کی لگاتار مخلصانہ کوششوں سے سنگرور پنجاب میں انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم ہوگئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔عہدیداران کا انتخاب عمل میں لانے کے لیے انجمن کے مقامی ارکان کا ایک اجلاس عام منعقد ہوا اور مندرجہ ذیل عہدیداران بااتفاق رائے منتخب ہوئے۔

(۱) صدر:۔ جناب برج موہن لال مضطر سنگروری

(۲) نائب صدر:۔ پروفیسر انگنی ہوتری صاحب

(۳) جنرل سکریٹری:۔ شری اجیت سنگھ راہی

(۴) سکریٹری:۔ شری پریم چند جی۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اصحاب کے نام مجلس عاملہ کے لیے منتخب کیے گئے۔

(۱) جناب ششنکر دیپک۔ (۲) جناب ستیش کمار شاستری (۳) پروفیسر وید پرکاش صاحب

نیز فیصلہ ہوا کہ حسب ضرورت مزید اصحاب کو مجلس عاملہ میں شامل کیا جاسکے گا۔ انجمن کے انتخابی اجلاس میں جناب کوثر نے بھی مبصر کے طور پر شرکت فرمائی۔

(سورج تنویر)

انجمن ترقی اردو مغربی دلّی کے عہدیداروں کا انتخاب

دلّی مورخہ یکم اگست ۔ بروز اتوار بوقت شام سات بجے بمقام ٹیگور اکیڈمی بلڈنگ بارہ ٹوٹی صدر بازار انجمن ترقی اردو مغربی دلّی کے عہدیداروں کے سالانہ انتخاب کے لیے ایک جلسہ زیر صدارت حکیم خلیل الرحمٰن صاحب تار منعقد ہوا۔ ایوان نے اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل حضرات کو عہدیداران کی حیثیت سے منتخب کیا۔

صدر:۔ حکیم خلیل الرحمٰن صاحب تار دہلوی نائب صدر سیٹھ تمائی مالک بہادر گڑھ فلور ملز شیخ محمد عاشقین ثارو والے

جنرل سکریٹری:۔ کامل قریشی ایم۔ اے جوائنٹ سکریٹری:۔ محمد الیاس قریشی۔ اقبال احمد۔

خازن:۔ پروفیسر بلونت سنگھ جین ایم۔ اے

ممبران مجلس عاملہ

۱۔ رشید حسن خان ۲۔ سیف الدین فریدی ۳۔ الطاف الرحمٰن قریشی ۴۔ کستوری لال ایم۔ اے ۵۔ محسن زیدی ۶۔ رام پرکاش ہوشیارپوری ۷۔ ہنس راج شنڈلین ۸۔ پریم لال شفا ۹۔ حکیم عبدالحمید صدیقی ۱۰۔ بسمل سعیدی ٹونکی ۱۱۔ محمد حنیف قریشی

ممبران برائے ریاستی کونسل

۱۔ حکیم خلیل الرحمٰن تار ۲۔ کامل قریشی ایم۔ اے (باقیہ)

جنرل سکریٹری انجمن ترقی راجستھان کا دلچسپ خط

چیف سکریٹری راجستھان کے نام

جے پور ۴ راگست :- جناب احتزام الدین شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان نے راجستھان سرکار کے چیف سکریٹری کو ڈائرکٹر آریو ویدک، راجستھان کے ایک عام حکم کے سلسلے میں توجہ دلائی ہے۔ جو ڈائرکٹر نے پرتاب گڑھ (ضلع چتوڑ گڑھ) کے یونانی دواخانہ کے معائنہ کے بعد جاری کیا ہے۔ اس میں تمام سرکاری حکیموں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ یونانی دواخانوں کے مریضوں کے رجسٹروں کا اندراج اور نسخے ہندی میں لکھیں

جنرل سکریٹری نے اس خط میں راجستھان کے اسسٹنٹ سکریٹری (میڈیکل) کے ۲۶ راپریل ۱۹۶۲ء کے خط کا حوالہ بھی دیا ہے جو اسسٹنٹ سکریٹری نے جنرل سکریٹری کے جواب میں لکھا تھا جس میں اسسٹنٹ سکریٹری (میڈیکل) نے یہ لکھا تھا کہ "ڈائرکٹر آریو ویدک ڈپارٹمنٹ نے حکیموں کو ہندی میں نسخے لکھنے کی ہدایت نہیں کی ہے۔"

جنرل سکریٹری نے اپنے خط میں چیف سکریٹری سے مطالبہ کیا ہے کہ ڈائرکٹر آریو ویدک ڈپارٹمنٹ کے مذکورہ حکم نامہ کو فوراً واپس کیا جائے اور اس کے لئے ضروری کارروائی کی جائے

(نامہ نگار)

اجمیر میں انجمن ترقی اردو کی ازسر نو تشکیل

مورخہ ۸ راگست ۱۹۶۵ء بوقت ساڑھے چار بجے دن بمکان سید عبدالرؤف صاحب ریٹائرڈ ایڈیشنل کلکٹر واقع محلہ امام باڑہ نزد درگاہ شریف اجمیر انجمن ترقی اردو کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مجلس عاملہ کے ممبران نامزد کئے گئے اور حسب ذیل عہدیداران کا انتخاب کیا گیا۔

(۱) سید عبدالرؤف صاحب ریٹائرڈ ایڈیشنل کلکٹر اجمیر :- صدر
(۲) سیٹھ عبدالکریم صاحب اللہ رکھا :- نائب صدر
(۳) چودھری شیو نرائن سنگھ ایڈوکیٹ :- " "
(۴) سید مقبول حسین مقبول اجمیری :- جنرل سکریٹری
(۵) مولانا محمد شفیع اللہ صاحب اثر :- جوائنٹ "
(۶) رام لعل صاحب ندیم :- اسسٹنٹ "
(۷) مولوی سید اقبال حسین صاحب :- خازن

(مقبول اجمیری جنرل سکریٹری انجمن ترقی اجمیر)

اردو کو مٹانے کی کوشش

مارہرہ - ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ نگر پالیکا مارہرہ

کہ ایک نسواں اسکول میں اردو پہلے ہی ختم کی جا چکی تھی۔ اب دوسرے نسواں اسکول میں سے بھی اردو پڑھانے والی استانی کو ملازمت سے الگ کر دیا گیا ہے اور اس طرح باوجود نصف سے زیادہ اردو پڑھنے والی بچیوں کے نگر پالیکا کے دونوں اسکولوں سے اردو ختم کر دی گئی ہے۔ (الجمعیۃ دہلی)

انجمن تعمیر اردو دلی کی ہفتہ وار میٹنگ

دلی ڈاک ۲ اگست :- انجمن تعمیر اردو دلی کے زیر اہتمام اتوار یکم اگست ۱۹۶۵ء کو شام کے ساڑھے چھ بجے اردو نا ہال اردو بازار دلی میں ہفتہ وار ادبی نشست منعقد ہوئی جناب عبداللطیف اعظمی صاحب مدیر "جامعہ" نے صدارت کی۔ جناب گوپی ناتھ امن۔ جناب بسمل سعیدی ٹونکی، غلام احمد فرقت کاکوروی وغیرہ نے کلام سنایا۔

گلزار دہلوی جنرل سکریٹری نے مہمانوں کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کیا نیز گذشتہ نشست کی کارروائی پڑھ کر سنائی جو منظور ہوئی۔

بعد ازاں جناب قمر ذشوری، صاحب پرنسپل فتح پوری ہائر سکنڈری اسکول نے "دیواروں کے اشتہار کی کہانی" کے عنوان سے ایک خاکہ پڑھا۔ اور جناب رفعت سروش صاحب اسسٹنٹ پروڈیوسر اردو مجلس آل انڈیا ریڈیو دلی نے "آزادی سے کچھ پہلے دلی کی ادبی صحبتوں کے ۳ سالہ تاثرات" کی شکل میں ایک شاندار اور کامیاب مضمون پڑھا۔ مضمون میں نہال سیوہاروی۔ شکیل بدایونی۔ عطا محمد شعلہ۔ حفیظ جالندھری اسرار الحق مجاز۔ پطرس بخاری۔ میرا جی۔ راز مراد آبادی۔ عرش ملسیانی۔ آغا یعقوب۔ دواشی۔ معین احسن جذبی۔ خواجہ محمد شفیع۔ ظریف دہلوی۔ حسن عسکری۔ اختر الایمان۔ تابش دہلوی۔ اشرف صبوحی۔ شاہد احمد۔ نخشب۔ محشر فاروقی۔ صابر۔ حبیب اشعر سرخوش۔ فصیح الدین۔ شبیہ الحسن نونہاروی۔ گلزار دہلوی۔ جمیل الدین عالی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی۔ استاد بیخود و نواب سائل کنور مہندر سنگھ بیدی سحر۔ عاصی نظامی۔ فیض جھنجانوی۔ شیدا گجراتی۔ رشید اختر جوی۔ آفاق دہلوی۔ مولوی سمیع اللہ تسنیمی آغا محمد طاہر۔ چراغ حسن حسرت اور فیض احمد فیض۔ وغیرہ حضرات کے اجتماعات اور ملاقات کے تاثرات خاص طور پر بیان کیے۔ ترقی پسند ادیبوں اور عروضی و روایت پرست قدیم نظریات کے شعرا کے مناظرے اور مباحثوں کا حال خاص طور پر دلچسپ تھا۔

(گلزار دہلوی جنرل سکریٹری)

صفحہ ۔ سے آگے

۹

(۸) حاشیے لکھتے ہوئے رشید حسن خاں نے غیر ضروری حوالوں کا اضافہ کیا ہے اور جو مواد پہلے سے تاریخ لطیف میں موجود تھا اس کے لیے ثانوی حوالے درج کیے ہیں۔

مفتی صدرالدین آزردہ کے مادہ تاریخ

"صدر اسلام و دیں امام بہشت"

پر حاشیہ لکھتے ہوئے ظہور علی شمس الشعرا کا کہا ہوا قطعہ تاریخ بھی نقل کیا ہے اور تذکرۂ علمائے ہند کا حوالہ دیا ہے یہ تلاش غیر ضروری تھی اس لیے کہ تاریخ لطیف صفحہ ۵ پر یہ قطعہ پہلے ہی موجود تھا اس قطعے کے مفید مطلب اشعار یہ ہیں۔

بروز پنج شنبہ کرد رحلت
کہ ایں عالم نہ جائے بود داں بُو
ربیع الاول و بست و چہارم
ز داغ او سوئے دار الجناں بود
ظہور افسوس آں استاذ ذی قدر
پدر وارم ہمیشہ مہرباں بود
بجو اخش بہست تاریخ ولادت

کنوں گفتم "چراغ دو جہاں بود"

۱۲۸۵ھ

اس قطعے سے دن تاریخ مہینہ اور سنہ وفات کے ساتھ سال ولادت بھی معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ آزردہ ظہور کے استاد تھے۔ رشید حسن خاں صاحب نے تاریخ لطیف میں اس قطعے کا موجود ہونا نہیں بتایا جس سے اس کا اعتبار بڑھ جاتا۔

(۹) امیر کے کہے امانت لکھنوی کے قطعہ تاریخ وفات کا مادۂ تاریخ

جاں داد امانت بجا بود امیں

نقل کر کے رشید حسن خاں نے حاشیے میں میر وزیر علی نور شاگرد برق کا کہا ہوا قطعہ تاریخ بحوالہ دیوان نور موسومہ ضیاء نور، دیوان امانت اور قاضی عبدالودود صاحب کے مقالے مشمولہ سالنامۂ نقوش ۱۹۶۲ء (یہاں قاضی صاحب کے مقالے کا عنوان درج نہیں کیا گیا) بھی نقل کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ قطعہ تاریخ لطیف (ص ۳۱-۳۲) میں بھی موجود ہے۔ اس طرح اس قطعے کے لیے بھی تلاش فضول سے کام لیا گیا ہے جس سے سوائے حوالوں کے اضافے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(باقی آئندہ)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ، پرنٹر ضمیرالدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا، پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا